Lesson 8: Al-Maidah (Ayaat 83 - 93): Day 26

سُوْرَۃُ المَائدۃ کی تفسیر

پارے کا آغاز ہے لیکن آیات کا تعلق پچھلی آیات سے ہے۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾

اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پہلے) پیغمبر (محمد ﷺ) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (خدا کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے (۸۳)

اوپر بیان گزر چکا ہے کہ عیسائیوں میں سے جو نیک دل لوگ اس پاک مذہب اسلام کو قبول کئے ہوئے ہیں ان میں جو اچھے اوصاف ہیں مثلاً عبادت، علم، انکساری وغیرہ، ساتھ ہی ان میں رحمدلی وغیرہ بھی ہے حق کی قبولیت بھی ہے اللہ کے احکامات کی اطاعت بھی ہے ادب اور لحاظ سے کلام اللہ سنتے ہیں، اس سے اثر لیتے ہیں اور نرم دلی سے رو دیتے ہیں کیونکہ وہ حق کے جاننے والے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت سے پہلے ہی آگاہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے قرآن سنتے ہی دل موم ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں دوسری جانب زبان سے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔

یہاں اُسی کی وضاحت کے لئے ایک واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔ حبشہ اپنے وقت کا ایک عیسائی ملک تھا۔ اُس کا بادشاہ نجاشی ایک رحم دل بادشاہ تھا۔ یعنی کسی کا دِل نرم ہو تو پھر اُس کے دِل پر اثر ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم کی بعثت اور عمومی دعوت کے ابتدائی سالوں میں مسلمان بہت ہی کم تعداد میں تھے۔
قریش نے قبائل عرب کو یہ نصیحت کرر کھی تھی کہ ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کے ان لوگوں پر جو کہ پیغمبر اکرم پر ایمان لاچکے ہیں انتہائی سخت دباوڈالیں۔، اس وقت مسلمانوں کی تعداد جہادِ آزادی شروع کرنے کے لیے کافی نہیں تھی، پیغمبر اکرم نے اس چھوٹے سے گروہ کی حفاظت اور مسلمانوں کے لیے حجاز سے باہر قیام گاہ مہیّا کرنے کے لیے انھیں ہجرت کا حکم دے دیا اور اس مقصد کے لیے حبشہ کو منتخب فرمایا اور کہا کہ وہاں ایک نیک دل بادشاہ ہے جو ظلم و ستم کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔ تم وہاں چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ کوئی مناسب موقع ہمیں عطا فرمائے۔

پیغمبر اکرم کی مراد نجاشی سے تھی (نجاشی ایک عام نام تھا جسے "کسریٰ" جو حبشہ کے تمام بادشاہوں کا خاص لقب تھا لیکن اس نجاشی کا اصل نام جو پیغمبر کا ہم عصر تھا اصحمہ تھا جو کہ حبشہ کی زبان میں عطیہ وبخشش کے معنی میں ہے) مسلمانوں میں سے گیارہ مرد اور چار عورتیں حبشہ جانے کے لیے تیار ہوئے اور ایک چھوٹی سی کشتی کرایہ پر لے کر بحری راستے سے حبشہ جانے کے لیے روانہ ہوگئے، یہ بعثت کے پانچویں سال ماہ رجب کا واقعہ ہے۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ جناب جعفر بن ابو طالب بھی مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حبشہ چلے گئے۔ اب اس اسلامی جمعیت میں ۸۲ مردوں کے علاوہ کافی تعداد میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔

یہ ہجرت بت پرستوں کے لیے سخت تکلیف دہ تھی کیونکہ وہ اچھی طرح سے دیکھ رہے تھے کہ وہ لوگ جو تدریجاً اسلام قبول کر چکے ہیں اور حبشہ کی سرزمین میں امن وامان کی طرف چلے گئے ہیں۔ پھر شائد وہ مسلمانوں کی طاقتور جماعت کی صورت اختیار کرلیں گے۔ یہ حیثیت ختم کرنے کے لیے انھوں نے کام کرنا شروع کردیا، اس مقصد کے لیے انھوں نے جوانوں میں سے دو ہوشیار، فعّال، حیلہ ساز اور

عیّار جوانوں یعنی عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کا انتخاب کیا، بہت سے ہدیے دے کر اُن کو حبشہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد وہ نجاشی کے دربار میں پہنچ گئے، دربار میں باریاب ہونے سے پہلے انھوں نے نجاشی کے درباریوں کو بہت قیمتی ہدیے دے کر اُن کو اپنا موافق بنالیا تھا اور اُن سے اپنی طرفداری اور تائید کرنے کا وعدہ لے لیا تھا۔

عمرو عاص نے اپنی گفتگو شروع کی اور نجاشی سے اس طرح ہمکلام ہوا:

"ہم سرداران مکہ کے بھیجے ہوئے ہیں، ہمارے درمیان کچھ کم عقل جوانوں نے مخالفت کا علم بلند کیا اور وہ اپنے بزرگوں کے دین سے پھر گئے ہیں اور ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتے ہیں، انہوں نے فتنہ وفساد برپا کر دیا ہے، لوگوں میں نفاق کا بیج بو دیا ہے؛ آپ کی سرزمین کی آزادی سے انہوں نے غلط فائدہ اُٹھایا ہے اور انہوں نے یہاں آکر پناہ لی ہے، ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ وہ یہاں بھی خلل اندازی نہ کریں، بہتر یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے سُپرد کر دیں تاکہ ہم انہیں اپنی جگہ واپس لے جائیں یہ کہہ کر ان لوگوں نے وہ ہدیے جو اپنے ساتھ لائے تھے پیش کیے۔

نجاشی نے کہا: جب تک میں اپنی حکومت میں پناہ لینے والوں کے نمائندوں سے نہ مل لوں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا اور چونکہ یہ ایک مذہبی بحث ہے لہٰذا ضروری ہے کہ مذہبی نمائندوں ہی کو ایک جلسہ میں تمہاری موجودگی میں دعوت دی جائے۔

دوسرے دن ایک اہم جلسہ منعقد ہوا، اس میں نجاشی کے مصاحبین اور عیسائی علماء کی ایک جماعت شریک تھی، جعفر بن ابی طالب مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے موجود تھے اور قریش کے نمائندے بھی حاضر تھے، نجاشی نے قریش کے نمائندوں کی باتیں سننے کے بعد جناب جعفر کی طرف رخ کیا اور اُن سے خواہش کی کہ وہ اس سلسلے میں اپنا نقطۂ نظر بیان کریں۔

جناب جعفر نے نجاشی کی طرف رخ کیا اور کہا: ہم جاہل اور نادان تھے، بت پرستی کرتے تھے، مردار گوشت کھاتے تھے، طرح طرح کے بُرے اور شرمناک کام انجام دیتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے، اپنے ہمسایوں سے بُرا سلوک کرتے تھے اور ہمارے طاقتور کمزوروں کے حقوق ہڑپ کر جاتے تھے۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے ہمارے درمیان ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا، جس نے ہمیں حکم دیا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور وہ رَبّ ہمارا خالق اور مالک ہے صرف اُسی کی عبادت کریں اور فحشاء و منکر، ظلم و ستم اور قمار بازی ترک کر دیں۔ ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں، زکوہ ادا کریں، عدل و احسان سے کام لیں اور اپنے وابستگان کی مدد کریں۔

نجاشی نے کہا: عیسیٰ مسیح (ع) بھی انہی چیزوں کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس کے بعد اس نے جناب جعفر سے پوچھا: ان آیات میں سے جو تمہارے پیغمبر پر نازل ہوئی ہیں کچھ تمھیں یاد ہیں۔

جعفر نے کہا: جی ہاں:

اور پھر انہوں نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کر دی۔ اس سورہ کی ایسی ہلا دینے والی آیات کے ذریعہ جو مسیح (عیسیٰؑ) اور اُن کی ماں کو ہر قسم کی ناروا تہمتوں سے پاک قرار دیتی ہیں، جناب جعفر کے حسن انتخاب نے عجیب و غریب اثر کیا یہاں تک کہ مسیحی علماء کی آنکھوں سے فرطِ شوق میں آنسو بہنے لگے اور نجاشی نے پکار کر کہا: خدا کی قسم! ان آیات میں حقیقت کی نشانیان نمایاں ہیں۔

جب عمرو نے چاہا کہ اب یہاں کوئی بات کرے اور مسلمانوں کو اس کے سُپرد کرنے کی درخواست کرے، نجاشی نے ہاتھ بلند کیا اور کہا: خاموش رہو، خدا کی قسم! عیسیٰؑ پر جو کلام نازل ہوا اور جو اس پیغمبر پر نازل ہوا ہے اِس میں تنکے برابر بھی فرق نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں کی مذمّت میں اس سے زیادہ کوئی بات کی تو میں تجھے سزا دوں گا۔ یہ کہہ کر مامورینِ حکومت کی طرف رُخ کیا اور پکار کر کہا: ان کے

ہدیے ان کو واپس کر دو اور انھیں حبشہ کی سرزمین سے باہر نکال دو۔ جناب جعفر اور اُن کے ساتھیوں سے کہا: تم آرام سے میرے ملک میں زندگی بسر کرو۔

یہاں اُسے واقعے کا ذِکر ہے؛

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾

اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پہلے) پیغمبر (محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (خدا کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے (۸۳)

اَعْيُنَهُمْ آنکھوں کو کہتے ہیں اور چشمے کو بھی۔ کیونکہ چشمے میں بھی پتا نہیں چلتا کہ پانی کہاں سے آرہا ہے۔

تَفِيْضُ : ف ء ض۔ بھر آنا۔ پلٹنا۔ محاورہ۔ کہ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

”روایت ہے کہ تقریباً 70 کے قریب لوگ ایک گروپ کی شکل میں حبشہ سے آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کریم سن کر ایمان لائے اور بے تحاشا رونے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کہیں اپنے وطن پہنچ کر اس سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے کہا نا ممکن ہے اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے“۔

جب اُس کے گروپ کے لوگ واپس گئے تو نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔ پھر اللہ کے نبیؐ نے اُس کی غائبانہ نماز بھی پڑھائی۔ اُس نے اپنا بیٹا بھی اسلام قبول کرنے کے لئے بھیجا تھا لیکن وہ راستے میں کشتی اُلٹنے سے وفات پا گیا۔

آنکھوں سے آنسو کب نکلتے ہیں؟ زیادہ تر تو ہم بلاوجہ دنیاوی خواہشوں پر روتے رہتے ہیں۔

قرآن سُن کر ہم کب روتے ہیں؟ جس کو قرآن سے اپنائیت ہو گی۔ جس کو قرآن سمجھ آئے گا۔ وہی قرآن پڑھ کر یا سُن کر روئے گا۔ جیسے پردیس میں بیٹی ماں کا خط پڑھ کر رو دیتی ہے۔

قرآن توحید چاہتا ہے۔ قرآن خالی دِل میں رہے گا۔ ساری پریشانیوں کو بھول کر اس کلام سے جڑ جائیں۔ آنکھیں اس کلام پر لگا لیں۔ قرآن سے مکمل طور پر جُڑ جائیں۔ اپنا رابطہ اپنے رَبّ سے جوڑ لیں۔ جب ہم ایک دفعہ اَدھورے دِل سے سُنتے ہیں تو پھر لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن سُنا ہُوا ہے۔

ابو بکرؓ جب قرآن سنتے تھے تو اُن کو اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ مکّہ والوں نے بہت تنگ کیا تو انہوں نے کہا میں شہر ہی چھوڑ جاتا ہوں۔ پھر انہیں عار دلائی گئی تو ایک بندہ ابو بکرؓ کو جا کر لے آیا۔ کہ اتنے سخی اور فیاض کو شہر سے کیوں جانے دیا۔ مکّہ والوں نے کہا کہ ہماری ایک ہی شرط ہے کہ یہ خانہ کعبہ میں آ کر کھلے عام نماز اور قرآن نہ پڑھیں۔

ابو بکرؓ نے گھر کا ایک کونا مسجد کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصے بعد محلے والے اکٹھے ہو کر آ گئے کہ ابو بکرؓ یہاں قرآن نہ پڑھو۔ تم قرآن پڑھتے ہو اور اُس کو سُن کر ہمارے بچے اور بیویاں مسلمان ہو رہے ہیں۔ کہیں اور جا کر قرآن پڑھو۔

ابو بکرؓ کی آواز میں بہت سوز تھا۔

آپ نے بھی سُنا ہو گا کہ جب کوئی پر سوز آواز میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اُس کا دِل پر بہت خوبصورت اَثر ہوتا ہے۔

ہم سب اپنے آپ کو چیک کریں۔ محدثینؒ اور آئمہ کرامؒ قرآن کو سینکڑوں دفعہ پڑھتے تھے کہ ایک مسئلہ سمجھ میں آجائے۔

ہم نے قرآن کو اللہ کو راضی کرنے کے لئے پڑھنا ہے۔ قرآن سے حکمت سیکھنی ہے۔ علم حاصل کرنا ہے۔ قرآن سے دوستی کرنی ہے۔ تاکہ اسے جان اور سمجھ سکیں۔ قرآن کے ساتھ وقت گزارنا ہے پھر ہی اسے پڑھ کر رونا آتا ہے۔ پھر اُن کی آنکھیں چھلکتی ہیں۔

جب لوگ قرآن کی محفلوں میں بیٹھ کر روئیں۔ تو وہاں نور آجاتا ہے۔ لیکن جہاں لوگ بیٹھے یہی سوچیں کہ کب ختم ہو گا تو وہاں سے کیا حکمت ملے گی؟

بارش جب خالی زمین پر پڑتی ہے تو خوشبو آتی ہے اور ہر طرف سب کچھ صاف ہو جاتا ہے۔ جب آپ کو قرآن پڑھ کر رونا آئے تو روئیں۔ آپ کا دِل صاف ہو گا۔ اور ساری پریشانیاں دُھل جائیں گی۔

قرآن کو صرف ایک کتاب نہ سمجھیں ورنہ قرآن کا آپ پر اَثر نہیں ہو گا۔ قرآن کو پڑھیں اور سمجھیں۔ حق کو پہچانیں۔

" اور وہ (خدا کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے "

وہ لوگ جب حق کو پہچان لیتے ہیں تو اللہ کے آگے جُھک جاتے ہیں۔ اُن کی زندگی اللہ کے حکموں کے مطابق گُزرتی ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا پچھلی کتابوں میں نام الشّٰهِدِيۡنَ تھا۔ کل کے صحابہ کرامؓ اور آج کے مسلمان۔ جو اللہ کے دین کے لئے کام کرنے لگے۔ وہ جو دین کو اپنی زندگی میں شامل کر لے۔ پھر آپ کا دِل بازاروں میں نہیں لگے گا۔

جعفرؓ اور اُن کے ساتھ لوگوں کو دیکھیں کہ بادشاہ کے دربار میں بیٹھ کر بھی حق کی بات کر دی۔

یہ معرفت ہے۔ مومن کسی دوسرے سے مرعوب نہیں ہوتا۔ پھر انسان پکار اُٹھتا ہے؛

" رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِيۡنَ "پھر انسان یہی دعائیں کرتا ہے کہ ہمیں بھی اللہ کے نبیؐ کے صحابہ کرامؓ کی طرح بنا دو۔

وَمَا لَنَا لَا نُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الۡحَـقِّ ۙ وَنَطۡمَعُ اَنۡ يُّدۡخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۸۴﴾

اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ خدا پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا (۸۴)

یعنی ہم تو حق بات ہی کہیں گے۔ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ یا اللہ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ رکھ۔ یعنی ہمیں اچھی نیک صحبت بھی مانگنی چاہیئے۔ تاکہ برائیوں سے بچے رہیں اور بُرے لوگوں کے شَر سے بھی دُور رہیں۔ ہمیں بہشت میں داخلہ عطا فرما۔ ہمیں اس کا کیا انعام ملے گا؟

پھر اللہ ہماری پکار کو سُنتا ہے۔

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾ تو خدا نے ان کو اس کہنے کے عوض (بہشت کے) باغ عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور نیکو کاروں کا یہی صلہ ہے (۸۵)

اللہ تعالیٰ اُن کو بہشت عطا کر دیتا ہے، ہمیشہ کے لئے۔ جہاں وہ اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ رہیں گے۔ ایک بات نوٹ کریں کہ صرف قَالُوْا اُن کے مانگنے پر عطا ہو گئی۔ کیونکہ یہ اُن کے اندر کی پکار تھا۔ اُن کے ارادوں پر جنّت مل گئی۔

یہ چند لوگ تھے۔ چُنے ہوئے لوگ۔ وہ گروپ حبشہ سے اسلام قبول کرنے آیا تھا۔ وہ واپس جا کر دوسروں کو بھی دین کی طرف لائیں گے۔ اچھے لیڈر، اچھے سکالر، رہنما بہت سارے دوسرے لوگوں کی ہدایت کا بھی ذریعہ بن جاتے ہیں۔ حکومتی سطح کے لوگوں کی طرف دیکھ کر بہت سارے لوگ معروبیت سے نیک کام کرنے لگتے ہیں۔

ایک حدیثِ رسولؐ کا خلاصہ ہے کہ ایک بندہ غیر اِرادی طور پر منہ سے کوئی ایسی بات نکال دیتا ہے جس کے بدلے میں اللہ اُسے جنّت دے دیتا ہے۔ مثال کسی کی دل جوئی کر دی۔ کسی کا دُکھ سُن لیا۔ کسی کی مدد کر دی۔ کسی گرے کو اُٹھا دیا۔ کسی کو چپکے سے قرض دے دیا۔ کسی کی عزّت پر حملہ ہوا تو اُس کا ساتھ دیا۔ ہر وقت منہ سے خیر کا کام نکالیں۔

اور یا کوئی منہ سے ایسی بات نکال دیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ اُس کو جہنم میں ڈال دیتا ہے۔

مثال کسی کو طعنہ دیا۔ ذلیل کر دیا۔ ناجائز الزام لگا دیا۔ بے عزّت کر دیا۔ حق سے دُور کر دیا۔

ہم سب اپنے قولوں کی حفاظت کریں۔ اپنا محاسبہ کریں۔

اللہ کے نبیؐ کے الفاظ تک لوگ گن لیا کرتے تھے۔ ہم کتنا بولتے ہیں؟

پھر اُن کا یہ قول دین کی محبت کے لئے بھی تھا۔ اللہ اپنے دین سے محبت کرنے والوں کی قدر کرتا ہے۔

جن کو قرآن سے محبت ہوتی تو وہ وہی باتیں کرتے ہیں۔ جیسے ماں ہر وقت بچے کی باتیں کرتی ہے۔

دین سے محبت کرنے والا اللہ رسولؐ کی باتیں ہی کرتا ہے۔ اُن کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ شائد ہماری بات سُن کر کوئی اللہ کے دین کی طرف آجائے اور ہمارے لئے صدقۂ جاریہ بن جائے۔

پھر اللہ اُن کو جنتوں کی بشارت دیتا ہے۔ یہ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ہے۔ جب دین کی طرف آ گئے تو پھر کرکے دِکھائیں گے۔ وہ مشکل دیکھ کر پلٹتے نہیں۔ حق پہچان کر اُس پر جم جاتے ہیں۔ احسان کے درجے پر نیکیاں کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٨٦﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں (٨٦)

اب حق کا انکار کرنے والوں کا ذِکر۔ آپ غور کریں ہر دفعہ مختلف طریقے سے کفر کا ذِکر ہے۔ وہاں انکارِ حق تھا یہاں تکذیب ہے۔ یعنی حق کو جھٹلاتے ہیں۔ حق نہ ماننے والے اور حق کو ماننے والے برابر نہیں ہوتے۔ کسی قوم کی کریم اُس قوم کے حق پرست اور اللہ سے ڈرنے والے علماء ہوتے ہیں۔

ان کا وجود قوم کی حیات ہوتا ہے۔ جب تک ایسے خدا ترس لوگ قوم میں موجود رہتے ہیں تو وہ قوم خیر و برکت پاتی ہے۔ یہ علماء دنیاوی خواہشوں کے پیچھے بھاگنے والے نہیں ہوتے۔

آج ہمارا مسئلہ یہی ہے۔ اچھے اور نیک لوگ تو ہیں لیکن کم ہیں اور یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہیں ہو رہا ہے۔

آگے کچھ باتیں عملی طور پر بتائی جا رہی ہیں۔ تاکہ لوگ قران اور دین کی محبت میں دنیا کے باقی کاموں کو اچھے طریقے سے ادا نہ کریں۔ اور یہ بھی کہ عیسائیت میں قسیسین اور راھبوں کی بات ہوئی تھی تو کہیں لوگ اُسی طرح بننے کی کوشش نہ کریں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾

مومنو! جو پاکیزہ چیزیں خدا نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کہ خدا حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۸۷)

اے ایمان والو! کتنی خوبصورت پکار ہے۔ یہ پکار ہمیں صرف مدنی سورتوں میں ملے گی کیونکہ مکہ میں تو سب انسانوں کو مخاطب کیا گیا تھا۔ اس پکار کو دِل پر لیا کریں۔ میرے رَب نے مجھے پکارا ہے؛

یعنی یہ نہیں کہا جا رہا کہ حرام نہ کھاؤ بلکہ حرام چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو۔ حدوں کو پار نہ کرو۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور جو حلال طیّب روزی خدا نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور خدا سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو (۸۸)

اس واقعے کا شانِ نزول یہ ہے کہ کچھ کبائر صحابہ کرامؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ رہبانیت اختیار کرینگے۔

ترک دنیا کا ارادہ کر کے گھروں میں بیٹھ رہے باہر آنا جانا ترک کر دیا عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لی ٹاٹ پہننے لگے اچھا کھانا اور اچھا پہننا حرام کر لیا اور بنی اسرائیل کے عابدوں کی وضع کر لی بلکہ ارادہ کر لیا کہ خصی ہو جائیں تا کہ یہ طاقت ہی سلب ہو جائے اور یہ بھی نیت کر لی کہ تمام راتیں عبادت میں اور تمام دن روزے میں گزاریں گے اس پر یہ آیت اتری یعنی یہ خلاف سنت ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ لوگوں نے امہات المؤمنین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی نسبت سوال کیا پھر بعض نے کہا کہ ہم گوشت نہیں کھائیں گے بعض نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے بعض نے کہا ہم بستر پر سوئیں گے ہی نہیں۔ جب یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے بعض یوں کہتے ہیں حالانکہ میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، سوتا بھی ہوں اور تہجد بھی پڑھتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کئے ہوئے ہوں جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں ۔ صحیح بخاری:5063

یعنی ترکِ دنیا جائز نہیں۔ حدود کے اندر رہتے ہوئے دنیا کو کم کیا جا سکتا ہے۔

جیسے حرام کو حلال کرنا جائز نہیں اسی طرح کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی جائز نہیں۔ اللہ کے نبیؐ نے شہد کھانا چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک پوری سورت تحریم نازل فرمائی۔

یہ تین طریقے سے ہوتا ہے؛ اعتقاداً۔ قولاً یا قسماً۔ عملاً

کسی چیز کو اعتقاداً اپنے اوپر حرام کرنا۔ مثلاً اسلام نے کوئی چیز حلال کی تو ہم یہ سوچ لیں کہ یہ جائز نہیں۔ یہ کفر تک پہنچتا ہے۔ کہ میں گائے کا گوشت نہیں کھاؤں گا کہ یہ حرام ہے۔ یعنی ثواب اور گناہ کا تصور ساتھ ہو۔ کہ اگر فلاں حلال چیز کھانا چھوڑ دوں تو مجھے ثواب ہو گا۔

دوسرا یہ کہ آپ کا عقیدہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ قسم کھالیں کہ آج سے میں چکن نہیں کھاؤں گی۔ یا کسی کے رشتے میں نہیں آؤں گی۔ فلاں کے گھر نہیں جاؤں گی۔ محرم یا ربیع الاوّل میں شادی نہیں کروں گی۔ یہ قسمیہ یعنی قول سے اپنے اوپر کچھ حرام کرنا ہے۔ یہ ناجائز ہے اگر کیا ہے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دے۔ اور آئندہ نہ کریں۔

تیسرا ہے کہ ثواب اور گناہ کو کوئی تصور نہیں۔ نہ ہی قسم کھائی ہے لیکن صرف ارادہ کیا ہے کہ فلاں چیز نہیں کھاؤں گی۔ یہ گناہ تو نہیں لیکن کوشش کریں کی اپنے اوپر حرام نہ کریں۔ اگر پسند نہیں تو نہ کھائیں۔ یا کوئی طبّی کی وجہ سے نہیں کھاتے۔ یا کوئی گوشت اس لئے نہیں کھاتا کہ پھر شہوت زیادہ ہوتی ہے۔ تو کم کر دیں۔ یا کوئی پراٹھا نہیں کھاتا کہ پراٹھا کھا کر مجھے سُستی ہوتی ہے یا نیند آتی ہے۔

لوگ کیوں چیزیں چھوڑتے ہیں؟

یا تو اُس کے پیچھے شرکیہ عقیدہ ہوتا ہے۔ یا خواہشِ نفس کی پیروی ہوتی ہے۔ تو اسلام اس کام کی اجازت نہیں دیتا۔ ہم نہ تو کسی کے عقیدے کی پیروی کرینگے اور نہ ہی نفس کے غلام بنیں گے۔

ایک وجہ توہمات ہوتی ہیں۔ مثال۔ محرم میں نیا کپڑا نہیں پہننا۔ شادی نہیں کرنی۔ صفر میں شادی نہیں کرنی۔ فلاں رنگ نہیں پہننے۔ سفید رنگ کی تعظیم بھی ہم نے ہندوؤں سے لی ہے۔

لوگ پتھروں سے شگون لیتے ہیں۔ یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔

کچھ لوگ تقویٰ کی وجہ سے اپنے اوپر کچھ حرام کر لیتے ہیں۔ اچھا کپڑا نہیں پہننا۔ ٹھنڈا پانی نہیں پینا۔ اچھا کھانا نہیں کھانا۔ اس طرح توانائی بے مقصد کاموں کی طرف لگ جاتی ہیں۔ تو یہ سب ناجائز ہے۔

اللہ نے چیزیں کھانے اور استعمال کرنے کے لئے بنائی ہیں۔ اعتدال میں رہ کر کھائیں پیئیں۔

پھر کچھ لوگ کہتے ہیں ہم تو سادہ لوگ ہیں۔ نہ اچھا کھاتے ہیں اور نہ اچھا پہنتے ہیں۔ پھر ایسے لوگ دوسروں کے بارے میں رائے زنی کرتے ہیں یا بدگمانی کرنے لگتے ہیں۔ کہ فلاں اتنے مہنگے کپڑے پہن کر پیسہ ضائع کرتی ہیں۔ فلاں تو خریداری ہی کرتی رہتی ہونگی۔ فلاں تو مہنگے کپڑے پہن کر بہت فخر اور غرور میں ہیں۔ میں تو بہت سادہ ہوں۔

آپ جو مرضی کھائیں یا پہنا کریں۔ لیکن اعتدال سے رہیں۔ تقویٰ ہمیں میانہ روی سکھاتا ہے۔ ایک طرف جھک کر ہم تھک جائیں گے۔ درمیانے طریقے سے بیٹھیں گے تو ٹھیک رہے گا۔ اپنے اوپر بوجھ نہ ڈالیں۔ اچھے کھانے کھائیں اور اچھے کام کریں۔ اچھے کپڑے پہنیں اور نیک عمل کریں۔ آپ کے پاس کوئی اچھی چیز آئے تو دوسروں کو بھی کھلائیں۔ شئیر کرنا سیکھیں۔

دینی محفلوں میں اچھے کپڑے پہنیں۔ صرف شادیوں کے لئے سنبھال کر نہ رکھیں۔

کپڑے دو طرح کے نہ بنائیں۔ گھر والوں اور باہر والوں کے لئے دو طریقے اختیار نہ کریں۔

لوگوں سے قربانیاں نہ مانگیں۔ دین ہر ایک کی Range رینج میں رکھیں۔ تا کہ ہر کوئی اُس پر عمل کر سکے۔ سوٹ کیس بھر بھر کر نہ رکھیں۔ ہر ایک کا تقویٰ فرق ہے۔

لوگوں کو دین اور قرآن سے محبت اور رغبت دلائیں۔

کوئی کروڑوں پتی ہے اُس کا تقویٰ فرق ہے۔ کوئی عام شخص ہے تنخواہ دار اُس کا تقویٰ فرق ہو گا۔

لوگوں کو ظاہری طور پر دھوکہ دینا بھی جائز نہیں کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہیں اور 6 بیڈ روم کے گھر میں رہتے ہیں۔ ہر چیز پر قرضہ لے رکھا ہے اور چار گاڑیاں کھڑی ہیں۔ لوگ یہ چیز دیکھ کر آپ کو رشتہ دے دیں گے تو یہ بھی دھوکہ ہو گا۔

جو چیز پاس ہے اُس پر شکر ادا کریں۔ جو نہیں ہے اُس پر صبر کریں۔

دین کو سادہ اور توازن پر رکھیں۔ کبھی کبھی جذباتی درس ہونے چاہیئے۔ جمعے کا خطبہ اسی لئے دیا جاتا ہے۔ عام دنوں میں روزمرّہ مسائل پر بات کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ لیکن کھاتے پیتے وقت حد سے نہ گزر جائیں بے تحاشہ نہ کھائیں۔ توازن رکھیں۔ متوازن اور Balanced Diet۔

آگے ہے کہ حلال اور پاکیزہ کھائیں۔ حلال بالذات یعنی اللہ نے وہ چیز حلال کی ہو اور دوسرا وہ حلال مال سے خریدی گئی ہو۔ حلال رزّق کا انسان کے جسم اور روح دونوں پر اثر ہوتا ہے۔

کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرضے لے کر عیش و عشرت کرے۔ قرض صرف ضرورت کے لئے اور صرف بھوک مٹانے کے لئے لیا جا سکتا ہے ہوٹلنگ کرنے کے لئے نہیں۔

بعض اوقات ہم قسم کھا کر کوئی حلال چیز اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ آگے اُس کا ذِکر ہے؛

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جس کو میسّر نہ ہو وہ تین روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو (اور اسے توڑ دو) اور (تم کو) چاہیئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس طرح خدا تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو (۸۹)

فَكَفَّارَتُهٗٓ : یعنی کفارہ اُس غلط کام کو یا قسم کو چھپا لیتا ہے۔ یہ کیسے ادا کیا جائے گا؟

یعنی اگر غلط قسم کھالو یا قسم توڑ دو تو کفارہ کیا دو گے۔:

1. دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو
2. یا ان کو کپڑے دینا
3. یا ایک غلام آزاد کرنا
4. اور جس کو میسّر نہ ہو وہ تین روزے رکھے

انسانوں کو ذہنی طور پر تیار کیا جارہا ہے کہ غلام آزاد کر دیں۔

اَيۡمَانِكُمۡ : یمنی کا مطلب ہے برکت والی۔ یمین دائیں کو کہتے ہیں۔ عرب لوگ دائیں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتے تھے یا قسم کھاتے تھے تو اُسی سے یہ لفظ ہے۔

اور (تم کو) چاہئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو

قسموں کی حفاظت کیسے؟ ایسے کہ کفارے دو، اور زیادہ قسمیں کھاؤ ہی نا۔ بلاوجہ قسمیں نہ کھاؤ۔

اس طرح خدا تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

اللہ نے ہمیں واضح احکام دے دیئے ہیں اب ہمیں چاہئیے کہ شکر کریں اور اپنے عمل ٹھیک کر لیں۔

اَيۡمَانِكُمۡ : یمنیٰ سے یمن۔ قسم سے حقوق محفوظ ہو جاتے ہیں اس لئے اسے برکت والی کہا گیا ہے۔

لَّغۡوِ سے مراد۔ بے مقصد اور بے اِرادہ قسم کھالی جائے۔

قسم کی تین قسمیں ہیں

یمینِ غموس۔ ڈبو دینا۔ جو بندے کو گناہوں میں ڈبو دے۔ ماضی کی جھوٹی بات۔ جب کسی کو پتا ہو کہ جھوٹ ہے لیکن کہہ دے کہ اللہ کی قسم ایسا ہوُا تھا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اس کا کوئی کفارہ بھی نہیں ہے۔ بندے کو سچے دِل سے توبہ استغفار کرنی چاہئیے۔ گواہی کو چھپالینا بھی جھوٹی قسم کھانا ہے۔

یمینِ لَّغۡوِ: گزشتہ واقعے کو سچ سمجھا آپ کو یقین تھا لیکن بعد میں پتا چلا کہ آپ غلط تھیں۔ آپ نے غلطی سے قسم کھالی۔ نہ پکڑ ہے۔ نہ کفارہ ہے۔ نہ گناہ ہے۔ لیکن قسم کی حفاظت کریں۔

یا اگر بلا ارادہ قسم کھالی کہ قسم سے سے ایسا ہو گیا۔ واللہ ایسا ہوُا تھا۔ یہ بھی لَغْوِ قسم ہو گی۔

یمینِ منعقدہ: عقد سے ہے۔ قسم یا وعدہ۔ تیسری قسم کہ آپ نے ارادہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگی۔ فلاں گناہ نہیں کرونگی۔ دِل سے قسم کھائی کہ آئیندہ فلاں کے گھر نہیں جاؤں گی۔ یہ قسم منعقد ہو چکی۔ یا تو پورا کریں اور یا پھر کفارہ دیں۔ یہاں اُسی قسم کی بات ہو رہی ہے۔

- اگر غلط یا ناجائز کام پر قسم کھالی تو اس کا کفارہ نہیں لیکن توبہ استغفار کریں۔
- تین روزے مسلسل رکھنے پڑینگے۔ جس ملک میں رہتے ہیں اُسی کے حساب سے پیسے یا کھانا دینگے۔
- پہلے اوپر والے تین کام کریں اگر وہ نہ ہو سکیں تو پھر روزے رکھ سکتے ہیں۔
- دس لوگوں کو اکٹھا بلا کر کھانا بھی کھلا سکتے ہیں یا کھانے پینے کی چیزیں بھی گھروں میں بھجوا سکتے ہیں۔ دونوں طرح سے جائز ہے۔
- کپڑے کس طرح کے؟ عام درجے کے پورے کپڑے۔ یہ نہیں کہ صرف شرٹ لے دیں۔
- دوسری خاص بات یہ کہ جب قسم کھائی اور پھر پوری نہ ہوئی پھر ہی کفارہ دینگے۔ یہ نہیں کہ فلاں وقت پر میں نے صدقہ کیا تھا وہی قسم کا کفارہ ہو گا۔ نہیں قسم توڑنے کے بعد کفارہ ہو گا۔ مثال جیسے وقت سے پہلے نماز نہیں پڑھ سکتے۔
- کم بولیں۔ قسمیں نہ کھائیں۔ باپ دادا کی یا ماں کی یا بیٹے کی قسم نہ کھائیں۔ صرف سچی اللہ کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔

اگر کوئی قسم کھائے یا آپ پر قسم ڈال دے تو اُن کی مدد کر دیں۔ مثال کوئی کہے کہ آپ کو قسم ہے آپ ہمارے گھر ضرور آئیں۔ پہلی بات تو یہ کہ کسی پر ایسی قسم نہ ڈالیں لیکن اگر کوئی ڈال دے تو اُن کی مدد کریں کہ اور اُن کی قسم پوری کر دیں۔ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔

ایک صحابیؓ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ فلاں صحابیؓ کونسا نیک کام کرتے ہیں تو انہوں نے بھی اُن سے کہا میں نے قسم کھائی کہ تین دن گھر نہ جاؤں گا۔ کیا آپ کے ساتھ آپ کے گھر جا سکتا ہوں۔ تو انہوں نے اجازت دے دی تھی۔